© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ایک خبر ہے کہ ابھی حال ہی میں پنڈت نہرو لکھنؤ تشریف لے گئے تو اپنے ایک بیان میں انھوں نے اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار فرمایا

"میں بہت دنوں کے بعد لکھنؤ آیا ہوں یہاں تو بڑی تبدیلی معلوم ہوتی ہے جو مکانوں اور دکانوں کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ یہاں کی بولی میں جو تبدیلی ہوتی ہے اس کا اثر میں نے محسوس کیا ہے میں یہاں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہا ہوں۔ نہ جانے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں آپ اسے سمجھیں گے بھی یا نہیں؟ یہاں جو اشتہار چسپاں دیکھے ہیں اور نوٹس دیکھے ہیں ان کا تو میں ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں یا تو دہلی میں رہ کر بہت کچھ بھول گیا ہوں یا اس شہر نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ میں خود بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔" (ہماری زبان مورخہ یکم نومبر ۵۹ء)

بھارت کے وزیر اعظم اور انٹرنیشنل شخصیت کے مالک ہونے کے باوجود ہمارے پنڈت جی کتنے بھولے اور استغنا میں ہیں کہ ان کو آج تک یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کے بعد کسی قوم کے انتہائی ترقی یافتہ ہونے کی دنیا میں صرف دو ہی علامتیں ہیں ایک یہ کہ زبان بگڑنے کے ساتھ ساتھ اس کا ذہن بھی بگڑ جائے اور دوسرے یہ کہ اس ملک کا سب سے بڑا شہری اور اس قوم کا سب سے بڑا آدمی بھی اس ماحول میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرنے لگے اور یہ آج کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ ابھی پوری ایک صدی بھی نہیں ہوئی کل کی سی بات ہے کہ انگریزوں نے اس ملک کے لوگوں کو جو ان کے خیال میں ناشائستہ۔ غیر مہذب اور اوہام پرست تھے تہذیب و تمدن اور ترقی و شائستگی کے زیور سے آراستہ کرنا چاہا تھا تو انھوں نے بھی تو یہی کیا تھا کہ یہاں کے لوگوں کی زبان بدلی۔ صورت اور شکل بدلی اور یہاں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ان کا دل اور دماغ بھی بدل ڈالا ہیں جب بدلنا ہی معیار ترقی ہو گیا تو اب اس کی بحث ہی فضول ہے کہ تبدیلی نے شکل کیا اختیار کی ہے بہرحال جمود تو باقی نہیں رہا۔

جو شخص پنڈت جی کے خلوص اور ان کے اس جذبۂ بیقرار سے واقف ہے کہ وہ کس طرح اپنے ملک کو امریکہ اور انگلینڈ کی طرح خوشحال۔ اور ترقی یافتہ بنا دینا چاہتے ہیں وہ اس درد اور سوز و گداز کو محسوس کر سکتا ہے جو ان کے اس فقرہ میں کہ " میں یہاں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہا ہوں " چھپا ہوا ہے۔ ہمیں پنڈت جی کے ساتھ اس معاملہ میں پوری ہمدردی ہے لیکن ہم انھیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ حالت رہنے والی نہیں ہے پنڈت جی آخر بھارت کی ناؤ کے کھیون ہار بھی تو ہیں غالباً مولانا حالی اس قسم کے موقع کے لئے کہہ گئے ہیں۔

رہیں گے نہ ملاح یہ دن سدا کوئی دن میں گنگا اتر جائے گی

خدا قبر ٹھنڈی رکھے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی ان کی بعض باتیں اُس وقت سمجھ میں نہیں آتی تھیں اور دل انھیں قبول نہیں کرتا تھا لیکن آج حرف بحرف ان کی تصدیق ہوتی جا رہی ہے فرمایا کرتے تھے کہ " گاندھی جی دنیا کے بہت بڑے انسان اور بلند پایہ روحانی بزرگ ہیں میرے دل میں ان کی بڑی عظمت و محبت ہے لیکن میرے نزدیک ان سے یہ بہت بڑی بھول ہوئی ہے کہ انھوں نے سیاست کے ساتھ مذہب اور کلچر کا رشتہ جوڑ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ملک میں سیاسی شعور کے ساتھ ساتھ ماضی پرستی اور رجعت پسندی بھی ترقی کر رہی ہے مولانا فرماتے تھے کہ ایک مذہبی ملک میں سیاست کے ساتھ مذہب کا اتنا تعلق تو نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے کہ لوگوں اور قوموں سے معاملہ کرتے وقت مذہب کے بنیادی اصولِ اخلاق کا لحاظ رکھا جائے یعنی جھوٹ نہ بولا جائے کسی کو فریب نہ دیا جائے کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کی جائے لیکن ہندوستان ایسے ملک میں جہاں مختلف قومیں اور مختلف مذاہب کے ماننے والے آباد ہیں وہاں سیاست پر گفتگو کرتے وقت مذہب کا نام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیتا یا کسی خاص فرقہ یا قوم کے کلچر اور اس کی روایاتِ کہن کا چرچا کرنا ملک کو سیاست میں آگے بڑھانے کے بجائے پیچھے ہٹا دینے کا سبب ہو سکتا ہے اور اس سے فرقہ وارانہ فضا پیدا ہو کر قوم میں رجعت پسندی کے جراثیم پیدا کر سکتی ہے۔

مولانا اس سلسلہ میں ترکی کا حوالہ دیکر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کمال اتاترک کو مذہب کو سیاست سے الگ رکھنے کا نسخہ ہاتھ نہ آتا تو ترکی کا اس درجہ ترقی یافتہ ہونا تو کجا اس کا زندہ رہنا دشوار ہو جاتا لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ترکی سے مذہب رخصت ہو گیا ہے سخت غلطی ہے کیونکہ ترک بہر حال مسلمان ہیں اور اسلام ان کے جسم و جان میں اس درجہ پیوست ہو چکا ہے کہ وہ اگر اس کو چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑ سکتے البتہ ہاں اگر سیاسیات میں ترک ہمیشہ کی طرح مذہب اور خلافت کا نام لیتے رہتے تو ملکی اور سیاسی معاملات میں ان کا نقطۂ نظر کبھی ترقی پسندانہ نہ ہوتا اور دوسری جانب ترکی کی حریف طاقتیں اس کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ کر کبھی اسے پنپنے اور سیاسی طور پر مضبوط ہونے کا موقع نہ دیتیں۔

ملک میں سیاسی شعور پیدا ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک غلامی سے آزاد ہو گیا لیکن چونکہ اس سیاسی شعور کے ساتھ ماضی پرستی۔ رجعت پسندی اور کلچرل عصبیت بھی پھلتی پھولتی رہی تھی اس لئے اس کا انجام یہ ہوا کہ بھائی بھائی سے جدا ہو گیا ارباب وطن اپنے دیس میں پردیسی ہو گئے اور انسانی شرف و مجد کو خاک و خون میں تڑپنا پڑا۔ اور پھر معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا ہے بلکہ ہر ترقی پسندانہ نظریہ کو نفرت اور دشمنی کی نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت جس کی پورے ملک پر حکومت بھی ہے۔ اس کے دیرینہ سال و بیدار مغز صدر کا کھلم کھلا یہ ارشاد اور پورے ملک سے اس کی اپیل کہ وہ گوشت نہ کھائیں۔ نمک اور گھی نہ کھائیں۔ مکھن اور شہد نہ کھائیں۔ جوتا نہ پہنیں کسی دوا کا استعمال نہ کریں۔ ٹیکہ یا انجکشن نہ لگوائیں یہ سب کچھ اسی سیاست کے ساتھ مذہب اور کلچر کے سمبندھ کا نتیجہ ہے چونکہ یہ صدر کانگرس کا ارشاد ہے اس لئے بھارت کے ہر شہری کا فرض ہے کہ اس پر عمل کرے اس بنا پر اگر اس ملک کے ۳۳ کروڑ انسان سب کے سب ان ہدایات پر عمل کرنے لگیں تو ذرا سوچئے اس ملک کا نقشہ کیا ہو گا اور موجودہ اقوام عالم کے مرقع میں اس کو کون سا مقام ملے گا

© rasailojaraid.com